



ارشاد باری تعالیٰ

وَتَبَلَّوْا خَبَارَكُمْ - وَتَبَلَّوْا خَبَارَكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ (محمد: 32)

ترجمہ: اور ہم لازماً تمہیں آزمائیں گے۔ یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والے کو ممتاز کر دیں اور تمہارے احوال کو پرکھ لیں۔



فرمانِ خلیفہ وقت

”دشمن جب اپنی دشمنی کی انتہا کو پہنچتا ہے، اللہ والوں کو ختم کرنے کے لئے ہر قسم کے حیلے اور حربے استعمال کرتا ہے، مختلف طریقے سے نقصان پہنچانے کے لئے منصوبہ بندیاں کرتا ہے، جانی اور مالی نقصان پہنچانے کے لئے جو بھی اس سے بن پڑتا ہے کرتا ہے۔ ہر عمر اور ہر طبقے کے افراد کو ہر وقت ذہنی اذیتیں پہنچانے کے لئے اور ان کا ذہنی سکون برباد کرنے کے لئے گھٹیا ترین اور انسانیت سے گرے ہوئے کام کرتا ہے۔ حتیٰ کہ نہ بچے کا لحاظ، نہ بوڑھے کا لحاظ، نہ عورت کا لحاظ رہتا ہے۔ ظالمانہ اور بہیمانہ روشیں اپناتا ہے تاکہ ان اللہ والوں کو اللہ کی رضا کے حصول سے دور ہٹانے کی کوشش کرے۔ تو اُس وقت صبر و استقامت دکھانے والے مومنین اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگتے ہیں۔ دشمن کی اس انتہا اور اس کے نتیجے میں مومنین کی اس کیفیت کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک شعر میں یوں کھینچا ہے۔ فرمایا

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں
پس یہ وہ نقشہ ہے جو مجبور و مظلوم مومنین کا اُن کی مجبوری اور مظلومیت کی حالت اور اُس کے ردِ عمل کے طور پر ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ اور آج یہ کیفیت اس روئے زمین پر دنیا کے بعض مسلمان ممالک میں سوائے احمدیوں کے کہیں اور ہمیں نظر نہیں آتی اور پاکستان میں اس کی انتہا آئے دن ہمیں دیکھنے میں آتی ہے۔
اس شعر میں جہاں ایک طرف دشمن کی انتہائی حالت کا ذکر ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے اور صبر و استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکتے چلے جانے والوں کا ذکر ہے۔ دشمن پر واضح کیا گیا ہے کہ تم نے تو یہ شور شیں، یہ زیادتیاں، یہ ظلم، یہ بربریت ہم پر اس لئے روا رکھی کہ ہم تمہاری بات مان کر تمہارے پیچھے چل پڑیں گے۔ تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر رحم کی بھیک مانگیں گے۔ تمہارے پاؤں پڑ کر تم سے زندگی کی فریاد کریں گے لیکن یہ سب تمہاری بھول ہے۔ ہم تو اُس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ صفحہ 7 پر

اس شماره میں

در بارِ خلافت

آنکھوں کی ٹھنڈک مرزا مسرور ہوا (منظوم)

خطبہ جمعہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مباحثات و مناظرات ضلع چکوال

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (ال عمران: 74)

روزنامہ

لندن

الفضل

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جلد: 2 | شماره: 212

جمعة المبارک 04 ستمبر 2020ء 15 محرم الحرام 1442 ہجری قمری



فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ لوگوں میں سے انبیاء پر سب سے کڑی آزمائش آتی ہے، پھر ان پر جو مرتبے میں ان کے قریب ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔

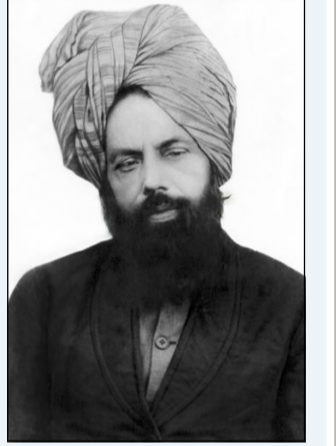
(سنن النسائي كتاب الطب باب عيادة النساء الرجال)



حضرت سلطان القلم کے رشحاتِ قلم

نیک لوگوں کو اعلیٰ درجات عطا کرنے کے لیے بھاری ابتلاء وارد ہوتے ہیں

”ایک روایت میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ لڑکے فوت ہوئے تھے۔ انبیاء اور رُسل کو جو بڑے بڑے مقام ملتے ہیں وہ ایسی معمولی باتوں سے نہیں مل جاتے جو نرمی سے اور آسانی سے پوری ہو جائیں بلکہ ان پر بھاری ابتلاء اور امتحان وارد ہوئے جن میں وہ صبر اور استقلال کے ساتھ کامیاب ہوئے تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو بڑے بڑے درجات نصیب ہوئے۔



دیکھو حضرت ابراہیمؑ پر کیسا بڑا ابتلاء آیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور اس چھری کو اپنے بیٹے کی گردن پر اپنی طرف سے پھیر دیا مگر آگے بکرا تھا۔ ابراہیمؑ امتحان میں پاس ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے بیٹے کو بھی بچا لیا۔ تب خدا تعالیٰ ابراہیمؑ پر خوش ہوا کہ اُس نے اپنی طرف سے کوئی فرق نہ رکھا۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ بیٹا بچ گیا ورنہ ابراہیمؑ نے اس کو ذبح کر دیا تھا۔ اس واسطے اس کو صادق کا خطاب ملا۔ اور توریت میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ تو آسمان کے ستاروں کی طرف نظر کر کیا تو ان کو گن سکتا ہے۔ اسی طرح تیری اولاد بھی نہ گنی جائے گی۔ تھوڑے سے وقت کی تکلیف تھی وہ تو گذر گئی۔ اس کے نتیجے میں کس قدر انعام ملا۔ آج تمام سادات اور قریش اور یہود اور دیگر اقوام اپنے آپ کو ابراہیمؑ کا فرزند کہتے ہیں۔ گھڑی دو گھڑی کی بات تھی وہ تو ختم ہو گئی اور اتنا بڑا انعام ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملا۔ درحقیقت انسان کا تقویٰ تب محقق ہوتا ہے جب کہ اس پر کوئی مصیبت وارد ہو۔ جب وہ تمام پہلو ترک کر کے خدا تعالیٰ کے پہلو کو مقدم کر لے اور آرام کی زندگی کو چھوڑ کر تلخ زندگی قبول کر لے تب انسان کو حقیقی تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی اندرونی حالت کی اصلاح نرمی رسمی نمازوں اور روزوں سے نہیں ہو سکتی بلکہ مصائب کا آنا ضروری ہے۔

عشق اول سرکش و خونی بود تا گریز دہر کہ بیرونی بود

اول حملہ عشق کا شیر کی طرح سخت ہوتا ہے جس قدر انبیاء اور رسول اور صدیق گذرے ہیں اُن میں سے کسی نے معمولی امور سے ترقی نہیں پائی بلکہ ان کے مدارج کار از اس بات میں تھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ موافقت تامہ کی۔ مومن کی ساری اولاد ذبح کر دی جائے اور اس کے سوائے بھی اس پر تکالیف پڑیں تب بھی وہ بہر حال قدم آگے بڑھاتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 416، 417)

آنکھوں کی ٹھنڈک مرزا مسرور ہوا

نوروں نہلایا وہ خود بھی نور ہوا
آنکھوں کی ٹھنڈک مرزا مسرور ہوا

صبح نو کی ایک نئی تعبیر ہوئی
آخر شب جو اک بندہ منظور ہوا

اک جلوے نے سارا عالم اوڑھ لیا
بیت الفضل ہی گویا کوہ طور ہوا

دشمن کا ہر حربہ ٹوٹا اور اپنی
وحدت کا سکہ بیٹھا مشہور ہوا

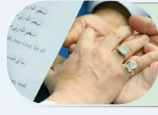
اس کا باطن عکس غلام احمد ہے
ظاہر میں تو وہ ابن منصور ہوا

طاہر سے بچھڑا تو بوجھل بوجھل تھا
پایا جب مسرور تو من مسرور ہوا

مت بھولو، ہم آن ملیں گے متوالو!
ہجر بھی تو دنیا کا اک دستور ہوا

جب سے مانگا عارف اس کو سجدوں میں
لطف عبادت کا تب سے بھر پور ہوا

(عبدالسلام عارف)



دربارِ خلافت

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-
یہ الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہر روز لگتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ دنیاوی خواہشات کی تکمیل اور اپنی بڑائی کے لئے جماعت کا قیام کیا ہے۔

بہر حال ہم جانتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تجدید و تکمیل اشاعت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا۔ قرآن کریم کے علوم و معارف کا فہم و ادراک آپ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حاصل ہوا۔ آپ نے ہر موقع پر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ اس آیت **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** کو مختلف مواقع پر مختلف زاویوں اور معانی کے ساتھ آپ نے پیش فرمایا اور یہی وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلا کر، اس کا پیارا بنا کر فتنہ و فساد کی حالت سے نکالنے والی بن سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے لئے اپنی بقا کو قائم رکھنے کے لئے، اپنے ملکوں میں امن قائم رکھنے کے لئے، اسلام کی شان و شوکت کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے کوئی اور راستہ نہیں۔ نیک نتائج اس وقت قائم ہوں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی ہوگی ورنہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے اور **مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ** کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے۔

اس وقت میں نے اس آیت کی تشریح میں بعض اقتباسات لئے ہیں جو آپ نے فرمائے۔
ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

”مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حُبِ دنیا ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہوتی تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا تھا کہ فلاں فرقے کے اصول زیادہ صاف ہیں اور وہ انہیں قبول کر کے ایک ہو جاتے۔ اب جبکہ حُبِ دنیا کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جاسکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** یعنی (کہو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔“ آپ فرماتے ہیں کہ ”اب اس حُبِ اللہ کی بجائے اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حُبِ الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا دار تھے؟ کیا وہ (نعوذ باللہ) سود لیا کرتے تھے؟ یا فرائض اور احکام الہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے؟ کیا آپ میں معاذ اللہ نفاق تھا، مداہنہ تھا؟ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ غور کرو! اتباع تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے فضل کرتا ہے۔“ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 348-349۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

لیکن آجکل عملی طور پر جو مسلمانوں کی حالت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو فعلی شہادت اس کے خلاف ہے وہ اس بات کی گواہ ہے کہ اُن کا یہ برا حال ہو رہا ہے۔ ملک ملک لڑ رہے ہیں۔ غیروں کے پاس جا کر ہم مسلمان ممالک دوسرے مسلمان ممالک کے خلاف لڑنے کے لئے بھیک مانگتے ہیں۔ اب گزشتہ دنوں امریکہ کے صدر نے جو ایران کے خلاف دوبارہ پابندیاں لگانے کا ایک اعلان کیا اور اس کے اوپر کام ہو رہا ہے اس پہ سارے یورپ، یورپی یونین، دوسرے ممالک اس کے خلاف ہیں۔ اور یہاں انگلستان میں ایک انگریز کالم لکھنے والے نے لکھا کہ امریکہ کے صدر کی اس حرکت پر ساری دنیا خلاف ہے سوائے تین ممالک ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ امریکہ بڑا اچھا کر رہا ہے۔ ایک تو امریکہ خود، ایک اسرائیل اور ایک سعودی عرب۔ اب سعودی عرب مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم ملک کو جنگ کرنے کی اجازت دے رہا ہے بلکہ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ تو یہ حالات ہیں مسلمانوں کے۔ اور اسی کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھینچا ہے کہ تم لوگ تو پھٹے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ حقیقی نیکی انسان کس طرح کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو انسان کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے کس طرح فیضیاب ہو سکتا ہے۔ اور آپ بقیہ صفحہ 7 پر

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 27 جنوری 2017ء بمطابق 27 صلح 1396 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ - إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ -
إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ - صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ -

علیہ السلام نے توجہ دلائی کہ اس کو ان پر عمل کرنا چاہئے۔ عموماً لوگ اس بارے میں استفسار بھی کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ مسلمہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے لوگ آکر شامل ہوتے ہیں۔ بعض باتیں جو وہ پہلے کرتے تھے جماعت احمدیہ کا اس پر تعامل نہیں ہوتا کیونکہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو باتیں بتائی ہیں اور ہم نے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم اور عدل مانا ہے تو جو آپ نے فرمایا ہم نے اس کے مطابق کرنا ہے جبکہ وہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے بھی ثابت ہوتی ہو۔ انہی باتوں میں ایک بات رفع یدین کی ہے۔ یعنی نماز کی ہر تکبیر پر تکبیر اور ہر حرکت پر ہاتھ اٹھانا، اوپر کانوں سے لگانا اور انہی چھوٹی چھوٹی باتوں نے مسلمانوں میں فرقہ در فرقہ بندی پیدا کی ہے اور یہی نہیں بلکہ لڑائیوں تک نوبت آئی ہے۔ کفر کے فتوے ایک دوسرے پر دیتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی دوسرے فرقے کے آدمی کا جنازہ پڑھ لے تو مولوی کہتے ہیں نکاح ٹوٹ گیا۔ اور یہ صرف پرانی بات نہیں ہے بلکہ آجکل بھی یہی باتیں ہو رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں ہندوستان کی ایک خبر تھی کہ ایک فرقے کے لوگوں نے دوسرے فرقے کے امام کے پیچھے کسی کا جنازہ پڑھ لیا تو فتویٰ آگیا کہ نکاح ٹوٹ گیا اور پھر سارا گاؤں یا قصبہ جمع ہو کر اس مولوی کے پاس گیا اور ایک لائن لگی ہوئی ہے۔ نئے سرے سے سب کے نکاح ہو رہے ہیں۔ تو مذہب کو انہوں نے مذاق بنا لیا یا فتنہ کا ذریعہ بنا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو سب جھگڑوں کو ختم کرنے آئے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں حکم اور عدل ہوں مجھے مانو اور اس کے حل بھی پیش فرمائے۔ جو معمولی فرق تھے کہ اگر کوئی اس طرح بھی کر لے یا اس طرح بھی کر لے تو ان کو آپ نے جائز بھی قرار دیا۔ چنانچہ رفع یدین کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ: ”اس میں چنداں حرج نہیں معلوم ہوتا“ (کوئی حرج نہیں) ”واہ کوئی کرے یا نہ کرے۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر دونوں طرح پر ہے۔ اور وہابیوں اور سنیوں کے طریق عمل سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کیونکہ ایک توجہ یدین کرتے ہیں اور ایک نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت رفع یدین کیا اور بعد ازاں ترک کر دیا۔“ (البدر 3 اپریل 1903ء جلد 2 نمبر 11 صفحہ 85) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل نہیں رہا۔ لیکن اگر ایک وقت میں کیا اور اس کو بعض لوگ مانتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ اس میں لڑنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ لیکن آپ نے اسی تعامل کو جاری رکھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ عمل کیا۔

اس بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور فاتحہ خلف الامام اور رفع یدین اور آمین کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ طریق حدیثوں سے ثابت ہے اور ضرور کرنا چاہئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اس پر فرماتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ فاتحہ خلف امام والی بات تو حضرت صاحب سے متواتر ثابت ہے۔ یعنی نماز باجماعت ہو رہی ہو تو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا مگر رفع یدین اور آمین بالجہر والی بات کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ حضرت صاحب نے ایسا فرمایا ہو۔ کیونکہ حضور اسے ضروری سمجھتے تو لازم تھا کہ خود بھی اس پر ہمیشہ عمل کرتے مگر حضور کا دوا می عمل ثابت نہیں۔ (یعنی باقاعدگی سے آپ نے اس پر عمل نہیں کیا) بلکہ حضور کا عام عمل بھی اس کے خلاف تھا۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ جب حافظ صاحب نے حضور سے سوال کیا تو چونکہ سوال میں کئی باتیں تھیں حضور نے جواب میں صرف پہلی بات کو مد نظر رکھ کر جواب دیا۔ یعنی حضور کے جواب میں صرف فاتحہ خلف امام ہے واللہ اعلم۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 564 روایت نمبر 592)

اس کی تصدیق پھر آگے ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا تو ٹھیک ہے لیکن باقی نہیں۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ہی لکھتے ہیں کہ مجھ سے میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے بیان کیا کہ اوائل میں میں سخت غیر مقلد تھا اور رفع یدین اور آمین بالجہر کا بہت پابند تھا۔ (یعنی اونچی آواز میں آمین کہنا) اور حضرت صاحب کی ملاقات کے بعد بھی میں نے یہ طریق مدت تک جاری رکھا۔ عرصہ کے بعد ایک دفعہ جب میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی) تو نماز کے بعد آپ نے مجھ سے مسکرا کر فرمایا کہ میاں عبد اللہ اب تو اس سنت پر بہت عمل ہو چکا ہے اور اشارہ رفع یدین کی طرف تھا۔ (یعنی ہر تکبیر پر ہاتھ

گزشتہ خطبہ میں میں نے نمازوں کی اہمیت اور ان کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی تھی۔ کئی لوگوں کے مجھے ذاتی خط اس طرف توجہ دینے کے لئے آئے اور اپنی سستیوں پر شرمندگی کا اظہار کیا۔ کئی جگہ سے جماعتی نظام اور ذیلی تنظیموں سے خط آئے کہ واقعی اس معاملے میں سستی ہے۔ آئندہ سے اس طرف توجہ کا مضبوط پروگرام بنا رہے ہیں اور یہ بھی کہ انشاء اللہ آئندہ بھر پور کوشش کریں گے کہ سستیاں دور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کی توفیق دے اور ہماری مساجد حقیقت میں آبادی کے بھر پور نظارے پیش کرنے والی ہوں۔ لیکن انتظامیہ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر کام کے اعلیٰ نتائج پیدا کرنے کے لئے مستقل مزاجی شرط ہے۔ شروع میں تو ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو بڑے جوش سے کام شروع کرتے ہیں لیکن پھر کچھ عرصے بعد سستی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ انسانی فطرت بھی ہے۔ افراد میں سستی پیدا ہونی اتنے خطرناک نتائج پیدا نہیں کرتی گو کہ یہ بھی بہت قابل فکر بات ہے لیکن نظام میں سستی پیدا ہونا تو انتہائی خطرناک ہے۔ اگر افراد کو توجہ دلانے والا نظام ہی سست ہو جائے یا اپنے کام میں عدم دلچسپی کا اظہار کرنے لگ جائے تو پھر افراد کی اصلاح بھی مشکل ہو جاتی ہے، اور ایک فطری تقاضے کے تحت ان میں جو سستی پیدا ہوتی ہے اس کی اصلاح ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔

پس ذیلی تنظیمیں بھی اور جماعتی نظام بھی اپنے کام اور خاص طور پر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارا مقصد پیدائش قرار دیا ہے اس میں ایسی منصوبہ بندی کریں اور ایسا پروگرام بنائیں کہ وقت کے ساتھ سستی اور کمزوری کی بجائے ہر دن ترقی کی طرف لے جانے والا ہو۔ ہماری عبادتوں کی ترقی ہی ہمیں کامیابیاں دلانے والی ہے۔ پس یہ بہت اہم چیز ہے۔ تمام نظام کو اس بارے میں بہت سنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے۔ لجنہ اماء اللہ کو بھی اس بارے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

بچوں کی نمازوں کی گھروں میں نگرانی کرنا اور انہیں نمازوں کی عادت ڈالنا اور مردوں اور نوجوانوں کو مسجدوں میں جانے کے لئے مسلسل توجہ دلاتے رہنا یہ عورتوں کا کام ہے۔ اگر عورتیں اپنا کردار ادا کریں تو یہ غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح میں یہاں ایسے لوگوں کی درستی کرنا چاہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ نہ ہمیں نمازوں کے متعلق کہو، نہ پوچھو کیونکہ یہ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ کئی عورتوں کی شکایت آتی ہے کہ اگر ہم اپنے خاوندوں کو توجہ دلائیں تو وہ لڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو میں کہتا ہوں کہ یہ بیشک بندے اور خدا کا معاملہ ہے لیکن توجہ دلانا اور پوچھنا نظام جماعت کا کام ہے۔ اسی طرح بیویوں کا بھی کام ہے بلکہ فرض ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ مرضی ہوتی یا مرضی ہوئی تو پڑھ لوں گا، نہ ہوئی تو نہیں۔ یا فجر کی نماز پر ہم گہری نیند سوتے ہیں اور دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے رات کو گہری نیند آتی ہے اس لئے ہمیں جگانا نہیں۔ اگر یہ مرضی پر ہوتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیوی اور خاوند کو یہ ارشاد نہ فرماتے کہ جو نماز کے لئے پہلے جاگے وہ دوسرے کو نماز کے لئے جگائے اور اگر نہ جاگے یا سستی دکھائے تو پانی کے پھیٹنے مارے۔ بعض جگہ تو آپ نے بہت زیادہ سخت تشبیہ فرمائی ہے۔ گزشتہ جمعہ میں بعض احادیث میں نے پیش بھی کی تھیں۔ پس یہ سوچ غلط ہے کہ ہم ایسے معاملے میں آزاد ہیں۔ ہمارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ جس نظام سے اپنے آپ کو منسلک کر رہے ہیں اگر وہ اپنی جماعت کا جائزہ لینے کے لئے نمازوں کی ادائیگی کے بارے میں استفسار کرتا ہے تو بجائے چڑنے اور غصہ میں آنے کے تعاون کرنا چاہئے۔ ہاں اگر انسان خود نمازیں پڑھ کر پھر دنیا کو بتانے والا ہو اور بتاتا پھرے اور بڑے فخر سے بتائے کہ میں نمازیں باجماعت پڑھتا ہوں تو پھر یہ برائی ہے اور غلط ہے۔ بہر حال ہر ایک پر نمازوں کی اہمیت واضح ہونی چاہئے اور اس کے لئے اسے بڑے اہتمام سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس توجہ کے بعد اب میں نمازوں سے متعلق بعض باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے حوالے سے پیش کروں گا جو عموماً فقہی مسائل سے تعلق رکھتی ہیں یا جن کے متعلق ایک احمدی کو حضرت مسیح موعود

کے واسطے یہ انگلی اٹھایا کرتے تھے۔ (گالی دینی ہوتی تھی تو یہ انگلی اٹھاتے تھے) اس لئے اس کو سبب کہتے ہیں یعنی گالی دینے والی (انگلی)۔ خدا تعالیٰ نے عرب کی اصلاح فرمائی اور وہ عادت ہٹا کر فرمایا کہ خدا کو واحد لا شریک کہتے وقت یہ انگلی اٹھایا کرو تا کہ اس سے وہ الزام اٹھ جائے۔ یعنی اس کا نام جو غلط رکھا ہے گالیاں دینے والی انگلی یہ گالیاں دینے والی انگلی نہ رہے بلکہ شہادت کی انگلی ہو جاوے۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) ایسے ہی عرب کے لوگ پانچ وقت شراب پیتے تھے۔ اس کے عوض میں پانچ وقت نماز رکھی۔

(الہدٰی 20 فروری 1903ء صفحہ 66 جلد 2 نمبر 9)

پھر رکوع و سجود میں قرآنی دعا کرنے کے بارے میں سوال ہوا۔ مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی نے سوال کیا کہ رکوع و سجود میں قرآنی آیات یاد دعا کا پڑھنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”سجدہ اور رکوع فروتنی کا وقت ہے (عاجزی کا وقت ہے) اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت چاہتا ہے۔ ماسوا اس کے حدیثوں سے کہیں ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رکوع یا سجود میں کوئی قرآنی دعا پڑھی ہو۔“

(الحکم 24 اپریل 1903ء صفحہ 11 جلد 7 نمبر 18)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں کہ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور سیدنا مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دعا نماز میں بہت کرنی چاہئے۔ نیز فرمایا اپنی زبان میں دعا کرنی چاہئے۔ لیکن جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کو انہیں الفاظ میں پڑھنا چاہئے۔ مثلاً رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى۔ وغیرہ پڑھ کر اور اس کے بعد بیشک اپنی زبان میں دعا کی جائے۔ نیز فرمایا کہ رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآنی دعا نہ کی جائے کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اور اعلیٰ شان رکھتا ہے اور رکوع اور سجدہ تذلّل کی حالت ہے۔ اس لئے کلام الہی کا احترام کرنا چاہئے۔ (سیرت المہدی جلد 2 حصہ چہارم صفحہ 166-167 روایت نمبر 1243)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے کسی نے ایک دفعہ سوال کیا کہ سجدے میں قرآنی دعاؤں کا پڑھنا کیوں ناجائز ہے جبکہ سجدہ انتہائی تذلّل کا مقام ہے؟ (یعنی عاجزی کا مقام ہے)۔ انتہائی تذلّل کا مقام ہے تو اس میں تو پڑھنی چاہئیں تاکہ قبول ہوں۔) تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میرا تو یہی عقیدہ رہا ہے کہ سجدے میں قرآنی دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے۔ لیکن بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایسا حوالہ ملا جس میں آپ نے سجدے کی حالت میں قرآنی دعاؤں کا پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح مسند احمد بن حنبل میں بھی اسی مضمون کی ایک حدیث مل گئی۔ آپ فرماتے ہیں لیکن اگر میرے عقیدے کے خلاف یہ امور نہ ملتے تب بھی یہ دلیل ”(اس نے جو دلیل دے کے تذلّل کی حالت کا سوال پوچھا ہے)“ میں معقول قرار نہ دیتا کہ سجدہ جب انتہائی تذلّل کا مقام ہے تو قرآنی دعاؤں کا سجدے کی حالت میں پڑھنا ناجائز ہونا چاہئے۔ (یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں۔

مزید وضاحت فرمائی ہے کہ یہ) امام مالک کا عقیدہ تھا کہ سمندر کی (پانی کی) ہر چیز حلال ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ سمندر میں سور بھی ہوتا ہے۔ کیا اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ تو امام مالک نے فرمایا کہ سمندر کی ہر چیز کھانی جائز ہے مگر سور حرام ہے۔ اس نے بار بار یہی سوال کیا مگر آپ نے فرمایا اس سوال کا یہی جواب دے سکتا ہوں کہ سمندر کی ہر چیز حلال ہے مگر سور حرام ہے۔ حضرت خلیفہ ثانی فرماتے ہیں کہ یہی جواب میں دیتا ہوں کہ سجدہ بیشک تذلّل کا مقام ہے مگر قرآن کریم کی چیزیں، اس کی دعائیں سجدے کی حالت میں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ دعا انسان کو نیچے کی طرف لے جاتی ہے اور قرآن انسان کو اوپر کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے قرآنی دعاؤں کا سجدے کی حالت میں مانگنا ناجائز ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک بات مل گئی تو پھر اس کے خلاف طریق اختیار کرنا درست نہیں گو وہ ہماری عقل میں نہ ہی آئے۔

(الفضل 16 اپریل 1944ء صفحہ 1-2 جلد 32 نمبر 88)۔ ہم نے تو اس کے مطابق عمل کرنا ہے جو حکم ہے۔

رکوع میں بعض لوگ شامل ہوتے ہیں۔ سوال پوچھتے ہیں کہ رکعت ہو جاتی ہے؟ عموماً تو ہر ایک کو پتا ہے، بچپن سے ہی بتایا جاتا ہے یعنی کوئی لیٹ آیا ہے۔ رکوع میں شامل ہو گیا تو اس کی رکعت ہو گئی۔ ”اس بات کا ذکر آیا کہ جو شخص جماعت کے اندر رکوع میں آکر شامل ہو اس کی رکعت ہوتی ہے یا نہیں۔ (حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جو دوسرے علماء بیٹھے تھے ان سے دوسرے مولویوں کی رائے دریافت کی۔ مختلف اسلامی فرقوں کے مذاہب نے اس امر کے متعلق کیا بیان کیا ہے وہ پتا کیا۔) آخر حضرت صاحب نے فیصلہ دیا اور فرمایا کہ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ لَصَلُّوْا اِلَیَّ بِمَا تَحْتٰی الْکِتَاب۔ کہ آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہو، ہر حالت میں اس کو چاہئے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے مگر ٹھہر ٹھہر کر پڑھے تاکہ مقتدی سن بھی لے اور اپنا پڑھ بھی لے۔ یا (امام کے بارے میں

اٹھانا۔) میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ اس دن سے میں نے رفع یدین کرنا ترک کر دیا بلکہ آمین بالجہر کہنا بھی چھوڑ دیا اور میاں عبد اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا آمین بالجہر کہتے نہیں سنا اور نہ کبھی بسم اللہ بالجہر پڑھتے سنا۔ (مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ) خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق عمل وہی تھا جو میاں عبد اللہ صاحب نے بیان کیا لیکن ہم احمدیوں میں حضرت صاحب کے زمانے میں بھی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی) اور آپ کے بعد بھی یہ طریق عمل رہا ہے (آج تک بھی یہ ہے) کہ ان باتوں میں کوئی ایک دوسرے پر گرفت نہیں کرتا۔ بعض آمین بالجہر کرتے ہیں۔ (اونچی آواز میں کہہ دیتے ہیں)۔ بعض نہیں کہتے۔ بعض رفع یدین کرتے ہیں۔ اکثر نہیں کرتے۔ (اور اب تو بالکل نہیں کیا جاتا سوائے بعض کے جو بالکل نئے آنے والے ہیں اور اس کے عادی ہیں وہ بھی آہستہ آہستہ چھوڑ دیتے ہیں)۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ بعض بسم اللہ بالجہر پڑھتے ہیں اکثر نہیں پڑھتے۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ دراصل یہ تمام طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں مگر جس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے عمل کیا وہی طریق ہے جس پر حضرت صاحب کا عمل تھا۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل تھا۔)

(سیرۃ المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 147-148 روایت نمبر 154)

پھر ایک سوال ہوتا ہے کہ نماز میں انسان قیام میں ہاتھ باندھ کر جب کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ مجھ سے مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کے پاس کسی کا خط آیا (کیونکہ بعض لوگ ناف سے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، بعض درمیان میں رکھتے ہیں، بعض بہت زیادہ اوپر رکھتے ہیں تو اس بارے میں حضرت خلیفہ اول کے پاس ایک خط آیا کہ جب انسان نماز کے لئے نیت باندھ کے کھڑا ہو تو اس وقت ہاتھ کس طرح باندھنے ہیں۔ خط آیا) کہ کیا نماز میں ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث بھی ملتی ہے؟ حضرت مولوی صاحب نے یہ خط حضرت صاحب کے سامنے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے) پیش کیا اور عرض کیا کہ اس بارہ میں جو حدیثیں ملتی ہیں وہ جرح سے خالی نہیں۔ (ان پر بحث ہوئی ہوئی ہے۔ کوئی ان کو صحیح کہتا ہے کوئی غلط کہتا ہے۔) حضرت صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ تلاش کریں۔ ضرور مل جائے گی۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ) کیونکہ باوجود اس کے کہ شروع عمر میں بھی ہمارے ارد گرد سب حنفی تھے مجھے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کبھی پسند نہیں ہوا۔ (اپنے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے کبھی پسند نہیں ہوا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوں) بلکہ ہمیشہ طبیعت کا میلان ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کی طرف رہا ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) اور ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ جس بات کی طرف ہماری طبیعت کا میلان ہو وہ تلاش کرنے سے ضرور حدیث میں نکل آتی ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) خواہ ہم کو پہلے اس کا علم نہ ہو۔ پس (آپ نے حضرت خلیفہ اول کو فرمایا کہ) آپ تلاش کریں ضرور مل جائے گی۔ (کیونکہ میرا میلان جس طرف ہے عموماً میں نے دیکھا ہے کہ حدیثیں اس بارے میں مل جاتی ہیں)۔ مولوی سرور شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس پر حضرت مولوی صاحب گئے اور کوئی آدھا گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ خوش خوش ایک کتاب ہاتھ میں لئے آئے اور حضرت صاحب کو اطلاع دی کہ حضور حدیث مل گئی ہے اور حدیث بھی ایسی ہے کہ جو علی شرط الشیخین ہے (یعنی اس پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر دونوں کا صا د ہے اور یہ امام بخاری اور مسلم کی شرط ہے) جس پر کوئی جرح نہیں ہے۔ (اس پر کوئی بحث نہیں ہے)۔ پھر کہا کہ یہ حضور ہی کے ارشاد کی برکت ہے۔ (یعنی یہی حدیث ملی کہ ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل زیادہ تھا۔)

(سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ 92 روایت نمبر 115)

حضرت حاجی غلام احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھیں؟ (بعض لوگ باریکیوں میں پڑ جاتے ہیں اور اسی چیز کو لے بیٹھتے ہیں۔ ایک جگہ تو آپ نے یہ بحث فرمائی، یہ ہدایت فرمائی کہ تلاش کریں ضرور مل جائے گی کیونکہ میرا رجحان ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے میں ہے۔ دوسری جگہ ایک اور شخص نے آکر سوال کیا اور وہاں اصلاح مطلوب تھی تو اس کو آپ نے جواب دیا کہ ”ظاہری آداب بھی ضروری ہیں۔“ (ٹھیک ہے نماز کے ظاہری آداب ہیں وہ ضروری ہیں) آپ نے فرمایا کہ ”مگر زیادہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز میں رکھنی چاہئے۔“ (اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 246۔ نیا ایڈیشن بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 77)۔ یہ چیزیں بھی ٹھیک ہیں لیکن اپنی توجہ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رکھو جو بنیادی مقصد ہے۔ پھر ایک دفعہ تشہد میں انگلی اٹھانے کے متعلق سوال ہوا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ التحیات کے وقت نماز میں انگشت سبب کیوں اٹھاتے ہیں؟ (یعنی شہادت کی انگلی)۔ تو آپ نے فرمایا کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں گالیوں

پیر سراج الحق روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ایک دفعہ فرماتے تھے کہ ایک شخص سیالکوٹ یا اس کے گرد و نواح کا رہنے والا تھا اور ہر روز ہم اس کو امام کے پیچھے نماز میں اَلْحَمْدُ پڑھنے کو کہتے تھے اور ہم اپنی دانست میں تمام دلیلیں اس بارے میں دے چکے مگر اس نے نہیں مانا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ امام کے پیچھے نہ پڑھی اور یوں نماز ہمارے ساتھ پڑھ لیتا۔ ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں قادیان آگیا۔ ایک روز اسی قسم کی باتیں ہونے لگیں۔ صرف حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز میں اَلْحَمْدُ شریف امام کے پیچھے پڑھنی چاہئے اور کوئی دلیل قرآن شریف یا حدیث شریف سے بیان نہیں کی۔ وہ شخص اتنی بات سن کر امام کے پیچھے نماز میں اَلْحَمْدُ شریف پڑھنے لگا اور کوئی حجت نہیں کی۔

ایک شخص نے (حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے) سوال کیا کہ جو شخص نماز میں اَلْحَمْدُ امام کے پیچھے نہ پڑھے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سوال نہیں کرنا چاہئے کہ نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ سوال کرنا اور دریافت کرنا چاہئے کہ نماز میں اَلْحَمْدُ امام کے پیچھے پڑھنا چاہئے کہ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ضرور پڑھنی چاہئے۔ نماز کا ہونا یا نہ ہونا تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے۔ حنفی نہیں پڑھتے اور ہزاروں اولیاء حنفی طریق کے پابند تھے اور خلف امام اَلْحَمْدُ نہیں پڑھتے تھے۔ جب ان کی نماز نہ ہوتی تو وہ اولیاء اللہ کیسے ہو گئے؟ فرمایا کہ چونکہ ہمیں امام اعظم سے (امام ابوحنیفہ سے) ایک طرح کی مناسبت ہے۔ اور ہمیں امام اعظم کا بہت ادب ہے ہم یہ فتویٰ نہیں دے سکتے کہ نماز نہیں ہوتی۔ اس زمانے میں تمام حدیثیں مدون و مرتب نہیں ہوئی تھیں اور یہ بھیید جو کہ اب کھلا ہے نہیں کھلا تھا۔ اس واسطے وہ معذور تھے۔ اور اب یہ مسئلہ حل ہو گیا اب اگر نہیں پڑھے گا تو بیشک اس کی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہنچے گی۔ ہم یہی بار بار اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ اَلْحَمْدُ نماز میں خلف امام پڑھنی چاہئے۔ ایک روز میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور اَلْحَمْدُ کس موقع پر پڑھنی چاہئے۔ فرمایا جہاں موقع پڑھنے کا لگ جاوے۔ میں نے عرض کیا کہ امام کے سکوت میں فرمایا جہاں موقع ہو پڑھنا ضرور چاہئے۔“

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 179-180)

بعض دفعہ ظہر عصر کی یا مغرب عشاء کی نمازیں جمع ہوتی ہیں۔ اور بعد میں آنے والوں کو صحیح پتائیں ہوتا۔ تو اس صورت میں نمازوں کی ترتیب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ اگر امام عصر کی نماز پڑھا رہا ہو اور ایک ایسا شخص مسجد میں آجائے جس نے ابھی ظہر کی نماز پڑھنی ہو یا عشاء کی نماز ہو رہی ہو اور ایک ایسا شخص مسجد میں آجائے جس نے ابھی مغرب کی نماز پڑھنی ہو اسے چاہئے کہ وہ پہلے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو یا مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔

جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں بھی اگر کوئی شخص بعد میں مسجد میں آتا ہے جبکہ نماز ہو رہی ہو تو اس کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی فتویٰ ہے کہ اگر اسے پتالگ جاتا ہے کہ امام عصر کی نماز پڑھا رہا ہے تو اسے چاہئے کہ پہلے ظہر کی نماز علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ اسی طرح اگر اسے پتالگ جاتا ہے کہ امام عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے تو وہ پہلے مغرب کی نماز علیحدہ پڑھے اور پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کون سی نماز پڑھی جا رہی ہے تو وہ جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے۔ ایسی صورت میں جو امام کی نماز ہوگی وہی نماز اس کی ہو جائے گی۔ بعد میں وہ اپنی پہلی نماز پڑھے۔ مثلاً اگر عشاء کی نماز ہو رہی ہے اور ایک ایسا شخص مسجد میں آجاتا ہے جس نے ابھی مغرب کی نماز پڑھنی ہے تو اگر اسے پتالگ جاتا ہے کہ یہ عشاء کی نماز ہے تو وہ مغرب کی نماز پہلے علیحدہ پڑھے پھر امام کے ساتھ شامل ہو۔ لیکن اگر اسے معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کون سی نماز ہو رہی ہے تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس صورت میں اس کی عشاء کی نماز ہو جائے گی مغرب کی نماز وہ بعد میں پڑھے۔ یہی صورت عصر کے متعلق ہے۔ اس موقع پر عرض کیا گیا کہ عصر کے بعد تو کوئی نماز جائز نہیں ہوتی پھر اگر عدم علم کی صورت میں وہ عصر کی نماز میں شامل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ظہر کی نماز اس کے لئے کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ بطور قانون عصر کے بعد کوئی نماز جائز نہیں مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اگر اتفاقی حادثے کے طور پر کوئی ایسا واقعہ ہو جائے تو پھر بھی وہ بعد میں ظہر کی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ ایسی صورت میں اس کے لئے ظہر کی نماز عصر کی نماز کے بعد جائز ہوگی۔ اگر علم ہوتا ہے تو پھر جائز نہیں۔ اگر علم نہیں ہوتا تو پھر عصر کے بعد ظہر پڑھی جاسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ مسئلہ سنا ہے اور ایک دفعہ نہیں سنا دو دفعہ سنا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح

ہدایت کر رہے ہیں کہ) ہر آیت کے بعد امام اتنا ٹھہر جائے کہ مقتدی بھی اس آیت کو پڑھے۔ بہر حال مقتدی کو یہ موقع دینا چاہئے کہ وہ سن بھی لے اور اپنا پڑھے بھی لے۔ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے کیونکہ وہ اُمّ الکتاب ہے۔ لیکن جو شخص باوجود اپنی کوشش کے جو وہ نماز میں ملنے کے لئے کرتا ہے آخر رکوع میں آکر ملتا ہے اور اس سے پہلے نہیں مل سکا تو اس کی رکعت ہوگئی اگرچہ اس نے سورۃ الفاتحہ اس میں نہیں پڑھی۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے رکوع کو پالیا اس کی رکعت ہوگئی۔ مسائل دو طبقات کے ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ مسائل دو طبقات کے ہوتے ہیں۔ ایک جگہ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تاکید کی کہ نماز میں سورۃ الفاتحہ ضرور پڑھیں وہ اُمّ الکتاب ہے اور اصل نماز وہی ہے مگر جو شخص باوجود اپنی کوشش کے اور اپنی طرف سے جلدی کرنے کے رکوع میں ہی آکر ملا ہے تو چونکہ دین کی بناء آسانی اور نرمی پر ہے۔ (دوسرا یہ بھی حکم ہے کہ دین میں آسانی اور نرمی ہے) اس واسطے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی رکعت ہوگئی۔ گو سورۃ الفاتحہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ دیر میں پیچھے کے سبب رخصت پر عمل کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا دل خدا نے ایسا بنایا ہے کہ ناجائز کام میں مجھے قبض ہو جاتی ہے۔ (یعنی دل رکتا ہے) اور میرا جی نہیں چاہتا کہ میں اسے کروں اور یہ صاف ہے کہ جب نماز میں ایک آدمی نے تین حصوں کو پورا پالیا اور ایک حصہ میں بسبب کسی مجبوری کے دیر میں مل سکا تو کیا حرج ہے۔ انسان کو چاہئے کہ رخصت پر عمل کرے۔ ہاں جو شخص عداست کرے اور جماعت میں شامل ہونے میں دیر کرتا ہے تو اس کی نماز ہی فاسد ہے۔

(الحکم 24 فروری 1901ء صفحہ 9 جلد 5 نمبر 7)

پھر سورۃ الفاتحہ کے بارے میں مزید کہ امام کے پیچھے پڑھنی چاہئے، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی سختی کے ساتھ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے بھی سورۃ الفاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ باوجود سورۃ الفاتحہ کو ضروری سمجھنے کے میں یہ نہیں کہتا کہ جو شخص سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ بہت سے بزرگ اور اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں سمجھتے تھے اور میں ان کی نمازوں کو ضائع شدہ نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کہتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حنفیوں کا عقیدہ ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو خاموش کھڑے ہو کر اس کی تلاوت کو سننا چاہئے اور خود کچھ نہیں پڑھنا چاہئے اور اَلْحَمْدُ کا یہ عقیدہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام کے پیچھے بھی سورۃ الفاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے اور حضرت صاحب اس مسئلہ میں اہل حدیث کے مؤید تھے مگر باوجود اس عقیدے کے آپ غالی اَلْحَمْدُ کی طرح یہ نہیں فرماتے تھے کہ جو شخص سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔“

(سیرت المہدی جلد اول حصہ دوم صفحہ 334-335 روایت نمبر 361)

مثنیٰ رستم علی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خط میں تحریر فرمایا کہ نماز مقتدی بغیر سورۃ الفاتحہ بھی ہو جاتی ہے مگر افضلیت پڑھنے میں ہے۔ اگر کوئی امام جلد خواں ہو تو ایک آیت یا دو آیت جس قدر میسر آوے آہستہ پڑھے لیں۔ (اگر وہ امام جلدی جلدی پڑھ رہا ہے تو پیچھے پڑھنے والے ایک یا دو آیتیں جو بھی پڑھ سکتے ہیں پڑھ لیں لیکن) جو مانع ساعت قرأت امام نہ ہو۔ (یعنی اتنی اونچی نہیں پڑھنی کہ تم لوگ امام کی بات نہ سن سکو۔) اور اگر میسر نہ آسکے تو مجبوری ہے۔ (اگر نہیں پڑھ سکتے تو مجبوری ہے۔ امام کی تلاوت تو تم نے بہر حال سنی ہے تو) نماز ہو جائے گی مگر افضلیت کے درجہ پر نہیں ہوگی۔“

(مکتوبات احمد جلد 2 صفحہ 467 مکتوب نمبر 20 بنام مثنیٰ رستم علی صاحب)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضور کی خدمت میں سورۃ الحمد خلف امام پڑھنے کے متعلق (امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ، سورۃ الحمد پڑھنے کے بارے میں) سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ”قرأت سورۃ الحمد خلف امام بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر نہ پڑھا جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ نماز تو ہو جاتی ہے مگر افضل تو یہی ہے کہ اَلْحَمْدُ خلف امام پڑھا جاوے۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر بدوں سورۃ الحمد خلف امام نماز نہ ہوتی ہو تو حنفی مذہب میں بڑے بڑے صالح لوگ گزرے ہیں وہ کس طرح صالح ہو جاتے۔ (بہت بزرگ گزرے ہیں جو نہیں پڑھتے تھے اس کے قائل نہیں تھے۔) فرمایا کہ نماز دونوں طرح سے ہو جاتی ہے۔ فرق صرف افضلیت کا ہے۔ ایسا ہی آمین بالسرپر آمین بالجہر کو ترجیح دی جاتی تھی۔“

(سیرت المہدی جلد دوم حصہ چہارم صفحہ 153 روایت نمبر 1210)

تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہیں۔ اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذّب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ (إِهَامُكُمْ مِنْكُمْ)۔“ (تحفہ گوڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 64 حاشیہ)

پھر غیروں کے پیچھے نماز جائز نہ ہونے کی وجہ؟ کسی نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ علیہ السلام کے مرید نہیں ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ نے اپنے مریدوں کو کیوں منع فرمایا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ”جن لوگوں نے جلد بازی کے ساتھ بد ظنی کر کے اس سلسلہ کو جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے، رد کر دیا ہے اور اس قدر نشانوں کی پرواہ نہیں کی اور اسلام پر جو مصائب ہیں اس سے لاپرواہ پڑے ہیں، ان لوگوں نے تقویٰ سے کام نہیں لیا اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے إِنَّي آتِيَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (المائدہ: 28) کہ خدا صرف متقی لوگوں کی نماز قبول کرتا ہے۔ اس واسطے کہا گیا کہ ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھو جس کی نماز خود قبولیت کے درجہ تک پہنچنے والی نہیں۔“

(الحکم 17 مارچ 1901ء صفحہ 8 جلد 5 نمبر 10)

دو آدمیوں نے بیعت کی۔ ایک نے سوال کیا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا ”وہ لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ اگر ہم کافر نہیں ہیں تو وہ کفر لوٹ کر ان پر پڑتا ہے۔ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ اس واسطے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پھر ان کے درمیان جو لوگ خاموش ہیں۔ (بعض کہتے ہیں وہ تو بولتا نہیں، کچھ نہیں کہتا۔ فرمایا کہ جو خاموش ہیں، جو کچھ نہیں کہتے) وہ بھی انہیں میں شامل ہیں۔ ان کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں کیونکہ وہ اپنے دل کے اندر کوئی مذہب مخالفانہ رکھتے ہیں جو ہمارے ساتھ بظاہر شامل نہیں ہوتے۔“ (البدرد 15 دسمبر 1905ء صفحہ 2 جلد 4 نمبر 45) بولتے تو نہیں لیکن ان کے دل کے اندر تردد ہے اور مخالفانہ مذہب ہے اس لئے شامل نہیں ہوتے۔ اس لئے ان کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ اپنی جماعت کا غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا ”صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دنیا میں روٹھے ہوئے اور ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا تو خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ تم اگر ان میں رلے ملے رہے تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔“ (الحکم 10 اگست 1901ء صفحہ 3 جلد 5 نمبر 29)

اللہ تعالیٰ ہمیں خالص ہوتے ہوئے اس جماعت کا فرد بننے کی توفیق عطا فرمائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے چاہتے ہیں۔ الجزائر کے احمدیوں کے لئے آخر میں ایک دعا کے لئے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ یہ نئی جماعت ہے۔ اکثریت ان میں سے نومبائعین کی ہے لیکن بڑے مضبوط ایمان والے ہیں۔ آجکل حکومت کی طرف سے بڑی سختی ہو رہی ہے۔ بلاوجہ مقدمے قائم کئے جا رہے ہیں۔ بعض کو جیل میں بھیج دیا گیا ہے۔ الزام یہ ہے کہ نعوذ باللہ یہ بھی اسی طرح ہیں جس طرح داعش ہے۔ حالانکہ اگر اس وقت کسی بھی ملک میں امن پسند اور ملک کے قانون کی پابندی کرنے والے لوگ موجود ہیں تو وہ جماعت احمدیہ کے افراد ہی ہیں۔ لیکن انہوں نے کیونکہ الزام تراشی کرنی تھی اس لئے ہمیں ان سے ملانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پولیس نے بعض دفعہ بعض گھروں میں گھس کر عورتوں کی بے پردگی کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً چند دن ہوئے ایک عورت سے کہا کہ اپنا دوپٹہ اتارو۔ اس نے کہا مجھے جان سے مار دو میں دوپٹہ نہیں اتاروں گی اور نہ میں احمدیت چھوڑوں گی۔ حج ہیں تو وہ بے انصافی کر رہے ہیں بلکہ انتہا کی ہوئی ہے۔ ایک احمدی کو حج نے کہا کہ اگر تم احمدیت سے انکار کر دو تو میں ابھی تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ اس نے کہا میں مریاں گاہ احمدیت نہیں چھوڑوں گا۔ اپنے ایمان کو نہیں چھوڑوں گا۔ کیونکہ یہی صحیح اسلام ہے جو مجھے اب پتا لگا ہے۔ اس پر حج نے کہا کہ اچھا اب تم نے یہ کہا ہے تو میں تمہیں ساری عمر کے لئے جیل میں رکھوں گا اور تم جیل میں ہی مرو گے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے جو آپ نے کرنا ہے کریں۔ تو یہ وہاں آجکل حالات ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہاں احمدیوں کے لئے آسائیاں پیدا فرمائے اور انہیں ثابت قدم بھی عطا فرمائے اور مخالفین اور جو دشمن اسلام ہیں، جو دشمن احمدیت ہیں وہ جو حرکتیں کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے شران پر لٹائے اور اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ان ظالموں سے اپنی پناہ میں رکھے۔

موعود علیہ السلام سے جب دوبارہ اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق وضاحت کر چکا ہوں کہ ترتیب نماز ضروری چیز ہے۔ لیکن اگر کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ امام کون سی نماز پڑھا رہا ہے۔ عصر کی نماز پڑھا رہا ہے یا عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے تو وہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ جو امام کی نماز ہوگی وہی اس کی نماز ہو جائے گی۔ بعد میں وہ اپنی پہلی نماز پڑھے۔“

(الفضل 27 جون 1948ء صفحہ 3 جلد 2 نمبر 144)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ سنتیں پہلے بھی اور بعد میں بھی گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول شروع سے ہی یہ تھا کہ آپ سنن اور نوافل گھر پر پڑھا کرتے تھے اور فرض نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ یہ التزام آپ کا آخر وقت تک رہا۔ البتہ جب کبھی فرض نماز کے بعد دیکھتے کہ بعض لوگ جو پیچھے سے آکر جماعت میں شریک ہوئے ہیں اور ابھی انہوں نے نماز ختم نہیں کی اور راستہ نہیں ہے تو آپ مسجد میں سنتیں پڑھا کرتے تھے یا کبھی کبھی جب مسجد میں بعد نماز تشریف رکھتے تو سنن مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ عام عادت تھی، ایک زمانے میں بعض طالب علموں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے (کم عقلی سے) یہ سمجھ لیا کہ شاید سنن ضروری نہیں۔ (کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ پہلے، نہ بعد میں سنتیں پڑھتے کبھی دیکھا تھا۔) اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ درس قرآن مجید میں فرمایا کہ حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی یہ عادت تھی کہ آپ فرض پڑھنے کے بعد فوراً اندرون خانہ چلے جاتے تھے اور ایسا ہی اکثر میں بھی کرتا ہوں۔ اس سے بعض نادان بچوں کو بھی غالباً یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد فوراً مسجد سے چلے جاتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ سنتوں کی ادائیگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (اب بھی میں نے یہ دیکھا ہے کہ بعض دفعہ اس طرح ہوتا ہے۔) ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اندر جا کر سب سے پہلے سنتیں پڑھا کرتے تھے۔ ایسا ہی میں بھی کرتا ہوں۔ (پھر حضرت خلیفہ اول نے پوچھا کہ) کوئی ہے جو حضرت صاحب کے اس عمل درآمد کے متعلق گواہی دے (کہ آپ جاتے ہی سنتیں پڑھا کرتے تھے)۔ اس پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو حسب العادت درس میں تشریف فرما تھے، کھڑے ہوئے اور آواز بلند کہا کہ بیشک حضرت صاحب کی ہمیشہ عادت تھی کہ آپ مسجد جانے سے پہلے گھر میں سنتیں پڑھ لیا کرتے تھے اور باہر مسجد میں جا کر فرض ادا کر کے گھر میں آتے تو فوراً سنتیں پڑھنے کھڑے ہوتے اور نماز سنت پڑھ کر پھر اور کوئی کام کرتے۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی یہی شہادت دی اور ان کے بعد حضرت میر ناصر نواب نے اور ان کے بعد صاحبزادہ میر محمد اسحاق صاحب نے اور پھر حضرت اقدس (علیہ السلام) کے پرانے خادم حافظ حامد علی صاحب نے بھی اپنی عینی شہادت کا اظہار کیا۔“

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ 65 تا 67)

اس بارے میں سوال ہوا کہ امامت کو بطور پیشہ اختیار کرنا چاہئے کہ نہیں؟ بعض مولوی بعض جگہوں پر اس لئے امامت کرواتے ہیں کہ ان کو پیسے ملیں۔ فرمایا کہ ”جو امامت کا منصب رکھتے ہیں... اگر ان کا اقتدا کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے کیونکہ اعلانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں اور اسی دکان پر ان کا اور ان کے عیال کا گزارہ ہے۔ چنانچہ اس پیشے کے عزل و نصب کی حالت میں مقدمات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور مولوی صاحبان امامت کی ڈگری کرانے کے لئے اپیل در اپیل کرتے پھرتے ہیں۔ پس یہ امامت نہیں۔ یہ تو حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے۔“ (فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 26 حاشیہ)۔ مقدمے بازیاں ہوتی ہیں کہ میں اس جگہ کا امام بنوں گا اور اس پر پھر لمبی لڑائیاں چلتی ہیں اور اب بھی یہ ہوتا ہے۔

پھر پیشہ ور نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ”میرے نزدیک جو لوگ پیشہ کے طور پر نماز پڑھاتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ وہ اپنی جمعرات کی روٹیوں یا تنخواہ کے خیال سے نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر نہ ملے تو چھوڑ دیں۔ معاش اگر نیک نیتی کے ساتھ حاصل کی جاوے تو عبادت ہی ہے۔ جب آدمی کسی کام کے ساتھ موافقت کرے اور پکاراہ اختیار کر لے تو تکلیف نہیں ہوتی وہ سہل ہو جاتا ہے۔“

(البدرد 9 جنوری 1903ء صفحہ 85 جلد 1 نمبر 11)

پھر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکفر ہیں اور مکذّب ہیں، تکذیب کرنے والے ہیں۔ آپ کو کافر کہنے والے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا؟ آپ نے فرمایا بالکل غلط ہے۔ حرام ہے۔ فرمایا کہ ”تکفیر کرنے والے اور

ہمدردی مخلوق

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض اللہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل

سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔“

مخلوق خدا کی ہمدردی اور ان کی خدمت کا ایک موقع اس وقت ظاہر ہوتا ہے

کہ جب کوئی شخص بیمار ہو جائے۔ بیماروں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو فضل

عمر ہسپتال میں دور و نزدیک سے آتی ہے لیکن وہ اپنا علاج معالجہ خود کروانے کی

استطاعت نہیں رکھتی۔ احمدی احباب و خواتین کے عطیات کے ذریعہ ہی انہیں

علاج کی ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن سب ضرورت

مندوں کیلئے یہ خدمت بجالانا احباب جماعت کے خاص تعاون سے ہی ممکن ہے

احباب و خواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے عطایا جات ہسپتال کی مدد امداد نادر

مریضاں اور مدڈ ویلپمنٹ میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

بقیہ: فرمانِ خلیفہ وقت..... از صفحہ 1

ماننے والے ہیں جس نے خود بھی صبر اور عالی ہمتی کا عظیم نمونہ دکھایا اور اپنے صحابہ میں بھی قوتِ قدسی سے وہ جذبہ پیدا کیا جس نے صبر و استقامت کے وہ عظیم معیار قائم کر دیئے جن کا ذکر میں نے گزشتہ خطبات میں کیا تھا۔ ظلم و تعدی نے اُن سے اُحد اُحد کا نعرہ تو لگوا لیا لیکن کسی بُت کے بڑا ہونے کا نعرہ نہیں لگوا یا۔ ظلم بڑھے تو ان کی سجدہ گاہیں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتے ہوئے تر ہوئیں، کسی بُت یا بُت کے پجاری کے آگے ماتھا ٹیک کر گڑ گڑاتے ہوئے نہیں۔ پس جب ہمیں حکم ہے کہ اُن نمونوں کو پکڑو تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اس اصل کو بھول کر ان دشمنوں کے پیچھے چل پڑیں، ان مخالفینِ احمدیت کے پیچھے چل پڑیں۔ ہمیں ہمارے ایمان سے ہٹانے کی ہر کوشش انہی پر الٹ جائے گی۔ ان کے تمام منصوبے اکارت جائیں گے۔ ان کی خواہشات کبھی پوری نہیں ہوں گی، اس لئے کہ ہم نے اپنے سچے وعدوں والے خدا کو پہچان لیا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے ساتھ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتوں کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے۔ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھ لیا ہے تو پھر ہم ان ڈرانے والوں اور ان کے ظلموں کی وجہ سے اپنے خدا کو کس طرح چھوڑ دیں جس نے جماعت کو ہر آزمائش میں اور ہر ابتلاء سے دلوں کی تسکین پیدا کرتے ہوئے گزارا ہے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام صادق پر ایمان اور یقین میں مزید پختہ کیا ہے۔ پس یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے خدا کو چھوڑ کر ان جیسوں کو جن کی ہمارے نزدیک ایک کوڑی کی بھی حیثیت نہیں ہے، خدا بنا لیں۔ اپنے ایمانوں کو ضائع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے دنیا و آخرت میں پیار سے محروم ہو جائیں۔ اگر یہ ان لوگوں کی سوچ ہے تو ان جیسا شانہ ہی دنیا میں اور روئے زمین پر کوئی پاگل ہو۔ اگر اس سوچ کے ساتھ یہ احمدیوں پر سختیاں اور تنگیاں وارد کر رہے ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ یہ مشکلات اور تکلیفیں تو ہمیں خدا تعالیٰ سے دور ہٹانے کی بجائے اس کے قریب تر کر دیتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 دسمبر 2010)

بقیہ: دربارِ خلافت..... از صفحہ 2

کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ انعامات کس طرح ملے؟ آپ کے خلاف یہ فتوے دیئے جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے انحراف کرنے والے ہیں۔ آپ اسلام کی تعلیم سے ہی انحراف کرنے والے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ”میں سچ کہتا ہوں (اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں) کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔“ (اعلیٰ درجہ کا جو تزکیہ نفس ہوتا ہے ایک مقام پر انسان پہنچتا ہے تبھی اللہ تعالیٰ سے انعامات و برکات ملتے ہیں۔ کشف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ) ”جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل“ آپ فرماتے ہیں کہ ”میں ہوں“۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 204۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اس زمانے میں مجھ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس لئے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کھویا گیا۔ آپ کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ نے پھر محبت کا سلوک کیا۔

(خطبہ جمعہ 20 اکتوبر 2017ء)

☆☆☆

پڑیں کہ بہائیوں کو اگر کوئی مسکت جواب دے سکتا ہے تو وہ ہی جماعتِ احمدیہ ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے ایک وفد نے احمدیہ دارالتبلیغ میں آکر سلسلہ کے مربی محمد اشرف ناصر شاہد سے ملاقات کی۔ اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ مسلمانوں کی طرف سے بہائیوں سے گفتگو کریں۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق 15 جولائی 1957ء بروز اتوار مسجد احمدیہ چکوال میں ساڑھے 4 بجے شام سے ساڑھے 7 بجے تک ”اسلامی شریعت اور بہائی شریعت میں موازنہ“ کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ بہائیوں کی طرف سے ان کے مشہور مبلغ اور لیڈر محفوظ الحق علمی اور مسلمانوں کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کے مربی متعین ضلع جہلم محمد اشرف ناصر پیش ہوئے۔ نصف نصف گھنٹہ تقریر کے لئے وقت مقرر کیا گیا۔ اول و آخر میں ہمارے مربی صاحب نے تقریر کی۔ مسجد احمدیہ کا صحن سامعین سے بھرا ہوا تھا اور ارد گرد کے دیہات کے لوگ بھی شامل ہوئے تھے۔ صدر جلسہ کے فرائض جناب مولوی نور محمد خطیب مسجد خواجگان نے ادا کئے۔

خدا تعالیٰ نے ہمیں اس مناظرہ میں نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ ایک بہائی نے تو اسی وقت سرعام بہائیت سے توبہ کی۔

صاحبِ صدر نے آخر میں ہمارے مربی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”آپ نے آج مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے جس کے لئے میں مسلمانانِ چکوال کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو آئندہ اس سے بڑھ کر خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 19، صفحہ 732) (الفضل 13 اگست 1957 صفحہ 8)

☆☆☆

بقیہ: مباحثات و مناظرات ضلع چکوال..... از صفحہ 8

چھٹوں پر بھی کافی نجوم تھا۔

جب مناظرہ شروع ہوا تو مولوی محمد یار عارف نے پہلی تقریر ہی ایسے رنگ میں کی کہ پبلک نے خاص توجہ سے سنی۔ آپ نے قرآن مجید کی چار آیات سے صداقت ثابت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پڑھا کہ

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر

میرے جیسی جس کی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

اور اختر صاحب سے کوئی ایک ہی ایسی مثال پیش کرنے کا پُر زور مطالبہ کیا۔ عارف صاحب نے علاوہ قرآنی آیات کے 10 احادیث اور 20 پیشگوئیاں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیں۔ مناظرہ کا مقررہ وقت ختم ہونے سے ایک گھنٹہ پیشتر ہی غیر احمدی مناظر کے ساتھیوں نے اپنے مناظر کی کمزوری محسوس کر کے نماز کے بہانہ سے مناظرہ ختم کرنا چاہا جو منظور کر لیا گیا مگر ہماری آخری تقریر میں شور کرنا شروع کر دیا۔ غیر احمدی شرفاء اور شیعہ معززین نے جماعتِ احمدیہ کی نمایاں کامیابی کا اقرار کیا۔

(الفضل 11 فح 1323ھ / دسمبر 1944ء) (تاریخ احمدیت جلد 10)

چکوال میں بہائیوں سے کامیاب مناظرہ

چند ماہ سے چکوال میں بہائیت کا بہت چرچا تھا اور بہائی مبلغ اکثر اس جگہ آکر گفتگو کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں تین چار آدمی بہائیت میں داخل بھی ہو گئے۔ مسلمان ان کے مذہب سے کماحقہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے جس کی وجہ سے ان میں ایک اضطراب اور ہیجان پیدا ہوا۔ اس موقع پر ان کی نگاہیں جماعتِ احمدیہ پر

DAILY LONDON

ALFAZL

ONLINE



اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھیجیں

+44 79 5161 4020

info@alfazlonline.org

کے گارڈر ہے ہیں وہ بھی اس مناظرہ میں شامل تھے۔ چکوال سے ماسٹر محمد عبداللہ انگلش ٹیچر بھی اس مناظرہ میں شامل تھے۔ بہت ہی مخلص اور جوشیلے احمدی تھے۔ اس مناظرہ میں جماعت احمدیہ کے مناظر نے قرآن مجید اور احادیث سے حوالہ جات نکال کر مولوی کرم دین بھییں کو لاجواب کر دیا۔

مباحثہ ڈلوال 1944ء

ضلع جہلم میں ڈلوال اور دوالمیال دو قصبے ہیں جہاں مولوی لال حسین اختر نے احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ جو جماعت احمدیہ نے منظور کر لیا اور اختر صاحب ہی کی شرائط پر 3، 2، 1 فتح 1323 ھش دسمبر 1944ء کو مناظرہ کی تاریخیں تجویز ہوئیں اور مناظرہ ان کی خواہش کے مطابق قصبہ ڈلوال کی جامع مسجد میں قرار پایا جہاں صرف دو احمدی تھے۔ پہلا مناظرہ وفات و حیات مسیح پر زیر صدارت مولوی محمد حسین ہوا۔ مولوی لال حسین نے مدعی ہونے کی حیثیت سے جو احادیث و اقوال پیش کئے۔ چوہدری محمد یار عارف نے ان کے نہ صرف تسلی بخش جواب دیئے بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج بھی پیش کئے جن کا جواب دینے میں مولوی لال حسین احمدی مناظر کے مقابلہ میں ناکام رہے ہیں۔ دوسرے دن ”فیضانِ ختم نبوت“ کے مسئلہ میں مدعی جماعت احمدیہ تھی۔ سید احمد علی احمدی مناظر نے قرآن کریم کی کئی آیات اور احادیث نبویہ سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع میں نبوت حاصل ہو سکتی ہے۔ مولوی لال حسین نے جو آیات، احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقوال پیش کئے ان کا نہایت عمدہ جواب دیا گیا۔ اور اقوال بزرگان پیش کر کے جماعت احمدیہ کے عقیدہ کی صداقت ثابت کی گئی۔ مولوی لال حسین سوائے درشت کلامی کے کوئی جواب نہ دے سکے۔ تیسرا مناظرہ اسی دن دوپہر تھا۔ اور یہی مناظرہ سننے کے لئے مولوی لال حسین اور اس کے ساتھی لوگوں کو تیار کر رہے تھے۔ اسی مناظرہ پر پبلک کثرت سے آئی مسجد کی چھت اور ارد گرد کے مکانوں کی بقیہ صفحہ 7 پر

مباحثات و مناظرات ضلع چکوال

(ریاض احمد ملک)

(قسط دوم)

کہا کہ یہ کوئی انصاف نہیں اور نہ کوئی عقلمند آپ کی اس بات کی تائید کر سکتا ہے مگر انہوں نے کھلے الفاظ میں انکار کر کے کسر صلیب کا ایک بار پھر مظاہرہ کر دیا۔ جب ہم نے دیکھا کہ وہ کسی طرح بھی مقابلہ پر نہیں آتے تو ہم نے ایک دوسرا چیلنج دے دیا اور شہر کے درو دیوار پر چسپاں کر دیا کہ عیسائیوں کو اگر اپنی صلیب کا پاس ہے تو آئیں ہم سے جس مسئلہ پر چاہتے ہیں تحریری اور تقریری مباحثہ کریں۔ مگر ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کامل فتح دی۔

(خاکسار:- عبدالغفور مہتمم تبلیغ حلقہ راولپنڈی)

خالد احمدیت ملک عبدالرحمن خادم کے بڑے صاحبزادہ ملک عبدالباسط صاحب کا بیان ہے کہ:

”آپ دور دور جا کر احمدیت کے مخالفین سے مناظرے کرتے تھے اور بڑے فخر سے فرماتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے کبھی بھی شکست نہ ہوئی تھی بلکہ میں ہمیشہ ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں کامیاب و کامران ہی واپس آتا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ حضور کئی مناظروں کے لئے منتخب فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اکثر مخالف مناظر مجھے دیکھ کر ہنس پڑتے تھے کہ اس کل کے بچے نے ہمارے ساتھ کیا مناظرہ کرنا ہے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ بچہ اکیلا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ احمدیت کی صداقت اور تمام احمدی جماعت اور خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دعاؤں کی عظیم اور بے پناہ طاقت ہے“

(تاریخ احمدیت جلد-19 صفحہ 679-680)

مناظرہ چکوال 1935ء

محترم و مکرم کپتان ملک عبداللہ خان باب الابواب ربوہ جن کا تعلق دوالمیال ضلع چکوال سے ہے۔ انہوں نے خاکسار کو مناظرہ چکوال 1935ء کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔

کپتان ملک عبداللہ نے بتایا کہ 1935 میں چکوال میں میاں کرم دین سکنتہ بھییں اور جماعت چکوال کے ہاں ایک مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ مولوی کرم دین بھییں والے کے ساتھ تھا۔ مولوی مظفر احمد بھی تھے۔ اور احمدیوں کی طرف سے مولانا شمس یا کوئی اور مولوی صاحب تھے اور دوالمیال سے ہم 25 کے قریب آدمی پیدل بذریعہ درہ سرلہ (کریالہ) کے راستے گئے تھے اور ہمارے ساتھ مکرم غلام محمد جن کو ”بھایا“ کہا جاتا تھا وہ بھی ساتھ تھے۔ دریا مال کریالہ سے کپٹن شیر ولی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

عاجز (راجہ) محمد افضل خان (غیر احمدی)
مناظرہ چکوال (عیسائیوں سے)
15 تا 18 جون 1932ء

چکوال میں 15 تا 18 جون 1932ء عیسائیوں کا جلسہ تھا جس میں انہوں نے آخری لیکچر کے بعد ایک گھنٹہ سوال و جواب کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ 15 کو پادری عبدالحق کی تقریر اصلیت بائبل کے موضوع پر تھی ایک گھنٹہ تقریر کر چکنے کے بعد اعلان کیا گیا کہ اگر کسی نے کوئی سوال کرنا ہو تو اپنا نام لکھ کر پیش کرے۔ اس پر خاکسار نے اپنا نام لکھ کر بھیج دیا مگر پادری سلطان محمد پال نے جو اس وقت پریزیڈنٹ جلسہ تھے باوجود اعلان کرنے کے وقت دینے سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن ہم پھر ان کے جلسہ میں گئے اور ملک عبدالرحمن خادم نے اپنا نام سوال و جواب کے لئے پیش کیا۔ مگر صاحب صدر نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ ہم لوگ آپ لوگوں کو ہرگز وقت نہ دیں گے البتہ کوئی اور ہو تو اس کو وقت دیا جاسکتا ہے۔ اس وقت جلسہ کے صدر پادری عبدالحق تھے۔ ہم واپس آگئے اور اعلان کیا کہ فلاں مقام پر عیسائیوں کے بیان کردہ مضامین کے متعلق تقاریر کی جائیں گی اور عیسائیوں کو اعتراضات کرنے کا کھلا موقع دیں گے۔ مگر عیسائیوں نے یہ نامعقول عذر پیش کر کے اپنی شکست کا اقرار کر لیا کہ ہم کبھی رات کو کسی کے جلسہ میں نہیں جاتے۔ مگر لطف یہ کہ انہی دنوں غیر احمدی صاحبان کا جلسہ بھی تھا اور تھا بھی رات کو۔ ان کے جلسہ میں پہنچ گئے اور ان سے وقت کا مطالبہ کیا۔ بایں ہمہ ہم نے ان کے اس بیہودہ عذر کو توڑنے کی خاطر دن کو بھی اپنا جلسہ کیا اور رات کو بھی اور ان کو تحریری دعوت بھیجی کہ وہ آئیں۔ ان کو سوال و جواب کا موقع دیا گیا مگر ان کو جرأت نہ ہوئی۔ آخر ہم نے مباحثہ کے لئے کھلا چیلنج پیش کیا جس کو قبول نہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنی طرف سے ایک تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا جس کو فوراً قبول کر لیا گیا۔ لیکن جب میں شرائط کے تصفیہ کے لئے ان کے مکان پر گیا۔ تو ان کی طرف سے پہلی شرط یہ پیش کی گئی کہ ہم کو اختیار دیا جائے کہ آپ کے مسائل سے ہم جو چاہیں منتخب کر لیں میں نے کہا ہاں آپ کو اختیار ہے۔ چنانچہ انہوں نے صداقت مسیح موعود کا مضمون منتخب کیا۔ مگر جب میں نے کہا کہ آپ مجھے بھی اختیار دیجئے کہ میں بھی آپ کے مسائل میں سے جو نسا مضمون چاہوں منتخب کر لوں۔ تو کہنے لگے آپ کو اختیار نہیں ہے۔ آپ کے لئے بھی ہم اپنی طرف سے مضمون مقرر کریں گے۔ میں نے

طلوع و غروب آفتاب

04 ستمبر 2020ء

طلوع فجر	غروب آفتاب
04:41	18:46
04:37	18:50
04:31	19:05
04:11	18:45
04:30	20:12